QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

تدریس اور انتقالِ علم کا نظامیاتی مطالعہ قرآن و حدیث سے استدلال

A systematic study of Transferring and Explanation of knowledge Theoretical way of Qur'an and Hadith

Faiza Tariq
M.Phil Scholar, Dept. of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore.
Email: faizatariq091297@gmail.com
Dr. Saima Farooq
Associate Professor, Dept. of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore. Email: saimafarooq_2011@yahoo.com

This article explores the special guidance in the Qur'an and Hadith towards the principles and manners of transferring and explanation of knowledge because of the greatness and status of it. It also finds that the system of these manners and principles encompasses with the strength of self-awareness and self-accountability.

The systematic study of the transferring and explanation of knowledge is a clarification of the fact that the teaching, transferring, certification and chain of certificates for those who have mastered the arts in the present age are a part of Islamic traditions from the beginning.

It concludes that the system of transferring and explanation, should not be a mere means of obtaining degrees, but should have a good quality of understanding, ease and influence in the human being. Therefore, the entire education system of Muslims has strong and good Islamic foundations.

Key Words: Qur'an, Hadith, Knowledge, Seeking Knowledge, Transfer of Knowledge.

تعارف:

تدریس اور انتقال علم کے اسالیب کا نظامیاتی مطالعہ کا اہم مقصد ہماری تہذیبی و تدریسی روایات سے آگاہی ہے اور ان اسالیب کے تناظر میں عصری طریقۂ تدریس کو مضبوط اور عمدہ نظم کی آگاہی دینا ہے۔ علم کے انتقال کے اسالیب کی معنویت و وسعت اس قیمتی اور سنہری طریقۂ تدریس کے اصولوں کا فکری جائزہ ہے کہ تدریس کے نایاب اور نفع بخش اسالیب کس دور کی پیداوار ہیں۔ اس تحقیقی مضمون کا مقصد یہ وضاحت کرنا بھی ہے کہ قرآن و حدیث کے تناظر میں علم کے انتقال اور ارتقاء کے اسالیب کی معنویت و وسعت واقعی ہماری مضبوطی اور ارتقاء کی ضامن ہے۔

قرآن و حدیث میں جس طرح تدریس و انتقال علم کی فضیلت بیان ہوئی ہے اسی طرح طریقہ تدریس اور انتقال کے آداب اور اصول و ضوابط کا مکمل نظم بیان ہوا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے "تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔"[1] اس سے تدریس اور انتقال علم کی مرتبت ہی واضح نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تدریس اور انتقال کے لئے پورا ایک ائحہ عمل ہو گا۔ اس مضمون میں انہی آداب و اقدار کا نظامیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

سادہ اور آسان طریقہ تعلیم:

انتقال علم کے آداب میں سے پہلا ادب یہ ہے کہ سادہ اور آسان طریقہ اپنایا جائے تاکہ علم حاصل کرنے والے کے فہم میں اضافہ ہو سکے۔ مؤثر بات وہی ہوتی ہے جو اچھے انداز میں کہی جائے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو فرمایا گیا:

﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾[2]

"اے نبی ﷺ ہم تم کو آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں، تو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت کچھ فائدہ دے۔"

نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اسی حکم خداوندی کو پیش نظر رکھا آپ ﷺ صاف بولتے اور بعض اوقات ایک جملے کو تین دفعہ بھی دہراتے تاکہ سامعین اچھے طریقے سے بات سن اور سمجھ سکیں اور گفتگو میں الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے تاکہ سننے والا ذہن نشین کر سکے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح نہایت تیز گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ کا کلام الگ الگ ہوتا تھا اور آپ کے پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا تھا۔"[3]

آپ ﷺ مشکل الفاظ استعمال کرنے سے گریز فرماتے۔ انداز بیان انتہائی سادہ اور دل نشین ہوتا۔ یہی نصیحت آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف تبلیغ کرنے کے لیے رخصت کرتے ہوئے فرمائی۔

"دین الٰہی کو آسان کر کے پیش کرو سخت بنا کر نہیں۔"[4]

آپ ﷺ کی گفتگو ہر قسم کی تصنع اور بناوٹ سے پاک ہوتی۔ گویا کہ علم کو منتقل کرنے کے لیے انداز بیان ہمیشہ سادہ عمدہ اور سہل ہونا ضروری ہے۔

---

(1) Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb Faḍā'il al-Qur'ān, Bāb: Khayrukum Man Ta‘allama al-Qur'ān wa ‘Allamahu, Ḥadīth: 5028, p. 901

(2) Al-A‘lā 87: 8, 9

(3) Al-Tirmidhī, Abū ‘Īsā Muḥammad ibn ‘Īsā, al-Ḥāfiẓ, Imām, Kitāb al-Manāqib, Bāb: Qawl ‘Ā'ishah Kan Yatakallam Bi-Kalām, Ḥadīth: 3639, p. 830

(4) Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Adab, Bāb: Qawl al-Nabī ﷺ Yassiru wa Lā Tu‘assiru, Ḥadīth: 6124, p. 1067

نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا:

انتقال علم کے لیے ضروری ہے کہ متعلم کو یہ احساس ہو کہ معلم اس کا خیر خواہ اور ہمدرد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے طالب علم کے ساتھ نرمی کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾(5)

"اگر آپ تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔"

حضور اکرم ﷺ اپنے شاگردوں سے نہ صرف محبت و شفقت سے پیش آتے بلکہ ان کی عزت و تکریم بھی کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے رفقاء کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

"لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا دشواریوں کا باعث نہ بننا خوشخبری دینا سختی کر کے انہیں متنفر نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں۔"(6)

اللہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے اور تعلیم کا عمل سب کاموں میں اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس میں نرمی اختیار کی جائے۔

شیریں طرز کلام اور غلطی کرنے والے پر خصوصی توجہ:

معلم جہاں اپنے مخاطبین کے لیے محبت و خیر خواہی کے جذبات رکھتا ہے وہیں اس کے منصب کا تقاضا یہ بھی ہے کہ خوش گوار طرز تکلم اختیار کیا جائے آپ ﷺ کے طرز تکلم اور انداز گفتگو کو اگر کوئی عنوان دیا جاسکتا ہے تو وہ یہ ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً﴾(7)

"اور لوگوں سے خوش اسلوبی سے بات کیا کرو۔"

آپ ﷺ اس آیت مبارکہ کی مجسم تفسیر تھے۔ آپ ﷺ نے شیریں کلامی اور حکمت سے لوگوں کو تدبر اور تفکر پر ابھارا اور لطیف انداز میں انسانی ذہنوں کو متاثر کیا اور غلطی کرنے والوں کے ساتھ خاص نرمی اور شفقت کا رویہ اختیار کرتے تھے۔ آپ کا یہ سلوک کسی خاص قوم قبیلہ یا خاص مسلک سے تعلق رکھنے والے کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ خالص دیہاتی اور اجڈ قسم کے لوگوں کے ساتھ بھی کریمانہ اور شفقت آمیز رویہ اختیار کرتے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

"ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور نبی کریم بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ اعرابی نے نماز پڑھی جب فارغ ہوا تو دعا کرنے لگا اے اللہ! میرے اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے علاوہ کسی پر رحم نہ فرمانا۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود اور تنگ بنا دیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ تو لوگ جلدی سے اس کی جانب لپکے لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: اس پیشاب

(5) Āl ʻImrān 3: 159
(6) Al-Jamiʻ al-Sahīḥ, Kitāb al-Adab, Bāb: Qawl al-Nabī ﷺ Yassiru wa Lā Tuʻassiru, Ḥadīth: 6124, p. 1067
(7) Al-Baqarah 2: 83

پر پانی کا مٹکا بہادو پھر فرمایا تم آسانیاں پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگیاں پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔"[8]

نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کے دیہاتی پن، بودوباش اور رہن سہن کے طور اطوار کو مد نظر رکھا اور صحابہؓ کو اس پر ٹوٹ پڑنے کی اجازت نہیں دی بلکہ صحابہ کو یہ سکھایا کہ چونکہ کنکریوں کا فرش ہے لہذا پانی بہادینے سے نجاست دور ہو جاتی ہے۔

حسن کارکردگی پر حوصلہ افزائی کرنا:

درست جواب دینے اور اچھی کارکردگی دکھانے والے کی حوصلہ افزائی اور تعریف وتوصیف کرنا بھی انتقال علم کے آداب میں شامل ہے اگر طالب علم اپنی کارکردگی میں مزید بہتری کے لیے سرگرمی دکھائے اور علم وعمل پر مزید توجہ دے اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔

نبی اکرم ﷺ کا معمول بھی یہی تھا حضرت ابو موسی اشعریؓ قرآن حکیم کی بہت اچھی تلاوت کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

"اے ابوموسی! تمہیں داؤد جیسی سُر عطا ہوئی ہے۔ ایک روز آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ابو موسی! کاش تجھے معلوم ہوتا کہ گزشتہ رات میں تمہاری قرأت سن رہا تھا۔ ابوموسیؓ نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے علم ہو جاتا کہ آپ میرے قرأت سن رہے ہیں تو میں اسے اور زیادہ خوبصورت بناتا۔"[9]

حضرت ابی بن کعبؓ روایت کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے ابوالمنذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے کہا اللہ لا الہ الا ھوالحیی القیوم یعنی(آیت الکرسی)یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا ابوالمنذر! تجھے علم مبارک ہو۔"[10]

نبی اکرم ﷺ تحسین آمیز کلمات لوگوں کے سامنے کہتے تھے۔ اور یہ کلمات بناوٹی اور جعلی نہ ہوتے بلکہ احترام کے مستحق ہر شخص کے لیے ہوتے تھے آپ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا:

---

(8) Al-Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Ṭahārah, Bāb: Mā Jā'a Fī al-Bawl Yusibu al-Arḍ, Ḥadīth: 147, p. 41

(9) Muslim, Al-Jami' al-Sahīḥ, Kitāb al-Ṣalāh al-Musāfir, Bāb: Faḍl Sūrat al-Kahf wa Āyat al-Kursī, Ḥadīth: 1885, p. 327

(10) Al-Jami' al-Sahīḥ, Kitāb Fadā'il al-Qur'ān, Bāb: Ḥasan al-Ṣawt bil-Qirā'ah lil-Qur'ān, Ḥadīth: 5048, p. 904

((ارْمِ، فِدَاكَ أَبِي وأُمِّي))[11]

”آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں تیر اندازی کرتے جایئے۔“

معلم کے لیے ضروری ہے کہ شاگردوں کی اچھی کارکردگی کے مواقع پر داد دے۔ اللہ تعالی نے انہیں جس خصوصیت یا صلاحیت سے نوازا ہے اس کا اچھا تذکرہ کرے اور دوسروں کو ان کی صلاحیت سے آگاہ کرے تاکہ وہ بھی ایسی ہی کارکردگی کے لیے محنت اور جدوجہد کرے۔

بہترین انداز اختیار کرنا:

طالب علم کے دل و دماغ سے قریب تر اور اس کے سمع و بصر کو اچھا لگنے والا بہترین اور آسان ترین اسلوب اختیار کرنا تعلیم و تعلم کے اصول و آداب میں شامل ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ معلم شاگردوں کو جو کچھ منتقل کرنا چاہتا ہے اس کی وضاحت نہایت اچھے انداز میں ہو سکے اور شاگردوں کے دل و دماغ میں اچھی طرح راسخ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ جمعہ و عیدین کے عام خطبوں میں خطاب کا براہ راست اسلوب اختیار کرتے تھے اور یہ موقع کی مناسبت سے ہوتا تھا۔ جیسے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوم النحر منیٰ کے مقام پر اجتماع سے ارشاد کرتے ہوئے خون، آبرو اور اموال کی حرمت کو واضح کرنا چاہا تو اس بات کو براہ راست اسلوب میں بیان نہ فرمایا بلکہ لوگوں کو سمجھانے کا آغاز ایک ایسے سوال سے کیا جس نے ان کے شوق کو متحرک اور توجہ کو بیدار کر دیا۔ حضرت ابو بکرہؓ بیان کرتے ہیں:

> ”رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے اور اونٹنی کی نکیل کو تھامتے ہوئے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ ہم خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ مہینہ کون سا ہے؟ تو ہم خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے شہر کے بارے میں استفسار فرمایا تو بھی ہم لوگ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرما دیا یہ بلد الحرام ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن تمہارے اس مہینے میں اس شہر میں حرام ہیں۔“[12]

گویا کہ معلم ایسا اسلوب اختیار کرے کہ متعلم سستی اور اکتاہٹ کا شکار نہ ہو، بلکہ مخاطب دلجمعی کے ساتھ گفتگو میں شریک ہو سکے۔

---

[11] Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Jihād wa al-Siyār, Bāb: Al-Majann wa Man Yatarras Bi-Taras Ṣāḥibih, Ḥadīth: 2905, p. 480

[12] Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Ḥajj, Bāb: Al-Khuṭbah Ayyām Minā, Ḥadīth: 1741, p. 280, 281

مزاج ونفسیات کا خیال رکھنا:

انتقال علم کے آداب میں ایک چیز لوگوں کے درمیان پائے جانے والی انفرادی حالات کے اختلافات کا خیال رکھنا بھی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کے لیے جو بہتر ہے وہ دوسروں کے لیے مؤثر نہ ہو قرآن پاک میں بھی یہ اسلوب نظر آتا ہے اور اس کی دلیل یوں ملتی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾[13]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ ان میں سے ہی رسول بھیجا جو ان پر قرآن کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ ان نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

اللہ تعالی نے اس وقت عرب کے حالات اور ان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے انہی لوگوں میں سے ایک رسول بھیجا نبی اکرم ﷺ نے بھی اسی طریقۂ تعلیم کو جاری رکھا۔ آپ ہر شخص کے مزاج، اس کی خوبیوں اور خامیوں کا گہرا مطالعہ کرتے ان کے حالات، کوائف ان کی ذہنی، جسمانی طاقت ان کی فطری صلاحیت اور ان کے مزاج اور طبیعت کو ملحوظ خاطر رکھتے اور پھر حکمت کے ساتھ دین کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ﴾[14]

"اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ دعوت دو۔"

اس کی مثال آپ ﷺ کی حدیث سے یوں ملتی ہے:

ایک دفعہ آپ ﷺ سے ایک شخص نے افضل عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے۔[15] کسی اور شخص نے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے جواب دیا کہ نماز سب سے افضل عمل ہے۔[16] اسی طرح تیسرے شخص کو آپ ﷺ نے فرمایا اخلاق سب سے بہتر عمل ہے۔[17]

بظاہر آپ کے ان اقوال سے تضاد محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ جوابات مخاطب کے ذہن اور نفسیات کو سامنے رکھ کر دیے گئے ہیں۔

---

(13) Āl ʻImrān 3: 164

(14) Al-Nahl 16: 125

(15) Al-Jamiʻ al-Sahīḥ, Kitāb Fī al-Rahn Fī al-Ḥaḍr, Bāb: Ayy Riqāb Afdal, Ḥadīth: 2518, p. 407

(16) Al-Jamiʻ al-Sahīḥ, Kitāb al-Jihād wa al-Siyār, Bāb: Faḍl al-Jihād al-Siyār, Ḥadīth: 2782, p. 461

(17) Ibn Mājah, al-Qazwīnī, Sunan Ibn Mājah, Lin-Nashr wa al-Tawzīʻ, Dār al-Salām, Riyāḍ, 1999, Kitāb al-Ṭibb, Abwāb al-Ṭibb, Ḥadīth: 3436, p. 496

تمثیلی انداز اپنانا:

علم کو منتقل کرنے اور سکھانے کے لیے تمثیلی انداز اپنانا زیادہ موثر ہے قرآن فہمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمثیلی انداز کو اختیار کیا ہے۔ سود کھانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾[18]

”جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا قیام اس شخص کے قیام کے علاوہ کچھ نہیں ہے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔“

اللہ تعالیٰ نمود و نمائش کرنے کے لیے خرچ کرنے والے کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾[19]

”اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اس پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت پر اس خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔“

اسی طرح نبی اکرم ﷺ انتقال علم کے وقت تمثیلی اسلوب استعمال فرماتے تھے اور مثالوں سے بات سمجھانے کی کوشش کرتے تاکہ سامع اچھے طریقے سے سمجھ جائے۔ اس کی دلیل میں نبی ﷺ کی حدیث سامنے آتی ہے۔ آپ ﷺ نے منافقین کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

”منافق کی مثال دو ریوڑوں کے درمیان بچھڑی ہوئی بکری کی مانند ہے کبھی وہ ادھر بھاگتی ہے اور کبھی ادھر اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کس ریوڑ میں شامل ہو۔“[20]

نبی اکرم ﷺ نے اپنی اور تمام امت کی مثال یوں پیش کی:

”میری اور تمہاری مثال اس آگ جلانے والی جیسی ہے جو آگ جلائے تو پتنگے اور حشرات آ کر اس میں گرنے لگی اور وہ آدمی ان کو آگ سے بچانے میں کوشاں ہوں اور میں بھی تمہیں پکڑ پکڑ کر آگ سے دور کھینچتا ہوں لیکن تم دامن چھڑا چھڑا کر میرے ہاتھ سے نکلے جاتے ہو۔“[21]

---

(18) Al-Baqarah 2: 275

(19) Al-Baqarah 2: 264

(20) Muslim, Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb Ṣifāt al-Munāfiqīn wa Aḥkāmuhum, Bāb: Ṣifāt al-Munāfiqīn wa Aḥkāmuhum, Ḥadīth: 7043, p. 1214

(21) Muslim, Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Faḍā'il, Bāb: Shafathah ‘Ala Ummati wa Mubalaghah Fī Taḥdhīrhim Mimma Yaḍurruhum, Ḥadīth: 5958, p. 1012

چونکہ مثالیں بیان کرنا ذہن میں غیر موجود چیزوں کو محسوس صورت میں پیش کرتا ہے اور بعید از گمان چیز کو واضح اور قریب کرکے پیش کرتا ہے اس لیے یہ اسلوب تاثیر کے اعتبار سے کامیاب ترین اسلوب ہے۔

اشاروں سے اپنی باتوں کو واضح کرنا:

مخاطب کو اچھی طرح سمجھانے اور اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے اشارات کے ذریعے سے اپنی بات کو واضح کرنا انتقال علم کے آداب میں سے ہے۔ اس سے مخاطبین بڑے آسانی سے بات سمجھ لیتے تھے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے یہ سمجھانے کے لیے کہ قمری مہینہ کبھی انیتس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا اشارے سے کام لیا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:((الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا))[22] اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے اور تیسری مرتبہ انگوٹھے کو موڑ لیا پھر فرمایا اور اس مرتبہ انگوٹھے کو نہیں موڑا۔ اس طرح آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ مہینہ کبھی انیتس کا اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کے باہمی تعلق کو بتانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے میں پیوست ہو کر اس کو مضبوط کرتا ہے۔“[23]

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کرکے جال بنا کر دکھایا۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح ہوں گے اور یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔“[24]

اس اشارے سے صحابیؓ کی سمجھ میں یہ بات بڑی آسانی سے آگئی کہ رسول اللہ ﷺ اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہوں گے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو گی۔ بہت سے مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں تفہیم کے لیے اشاروں کا استعمال کرنا زیادہ مناسب اور ضروری ہوتا ہے۔

نقشہ بنا کر یا لکیریں کھینچ کر سمجھانا:

بعض چیزوں میں نقشہ یا لکیروں کی مدد سے سامعین کو سمجھایا جائے تو زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے رسول اکرم ﷺ کو بھی حسب ضرورت ایسا کیا کرتے تھے حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں:

> ”ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی پھر اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب دو لکیریں کھینچی پھر درمیان والی لکیر پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ ”یہی میرا سیدھا راستہ ہے پس تم اسی کو اختیار کرو اور دوسرے

[22] Al-Jami' al-Sahīḥ, Kitāb al-Ṭalāq, Bāb al-La'ān, Ḥadīth: 5302, p. 948

[23] Al-Jami' al-Sahīḥ, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb: Tashbīk al-Aṣābi' Fī al-Masjid, Ḥadīth: 481, p. 83

[24] Al-Jami' al-Sahīḥ, Kitāb al-Ṭalāq, Bāb al-La'ān, Ḥadīth: 5304, p. 948

راستوں کو اختیار نہ کرو۔ اس لیے کہ وہ تم کو اس کے راستے سے ہٹا کر متفرق کر دیں گے۔"[25]

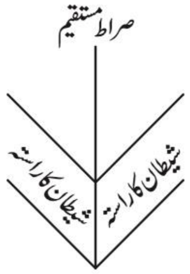

رسول اکرم ﷺ نے خطوط کھینچ کر صراط مستقیم اور اللہ کی راہ "صراط مستقیم "کی تشریح اس قدر عام فہم انداز میں بیان فرمائی۔ جس سے صحابہؓ کے ذہنوں میں یہ بات بڑی آسانی سے جاگزیں ہوئی کہ اللہ کا راستہ صرف ایک ہے اور بقیہ تمام راستے ضلالت اور گمراہی کے راستے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"ہمیں سمجھانے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے ایک مربع شکل بنائی اور اس کے درمیان میں سے ایک خط باہر کھینچا اور درمیانی خط سے ملا کر چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے پھر مربع کے درمیان میں انگلی رکھ کر فرمایا یہ انسان ہے اور مربع بنانے والے خطوط اس کی موت ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط حوادثات و مصائب ہیں جو انسان پر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان کا نشانہ چوک جاتا ہے تو موت آ لیتی ہے اور مربع سے باہر نکلتا ہوا خط انسان کی آرزو اور تمنا ہے۔ جہاں تک آدمی کبھی نہیں پہنچ سکتا۔"[26]

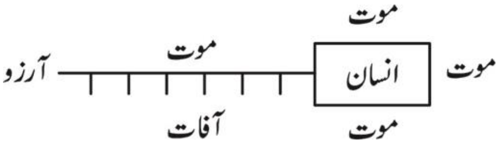

اس خاکے کی مدد سے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات واضح فرمادی کہ انسان اور اس کی موت کے درمیان حادثات اور مصائب حائل ہیں اور موت چاروں طرف سے انسان کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس سے فرار کسی طور ممکن نہیں اور انسان تمناؤں کی تکمیل کیے بغیر ہی موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

سوالات اور بات چیت کے ذریعے دلچسپی پیدا کرنا:

سوالات کے ذریعے سے سامعین کو متوجہ کرنا اور ان کے اندر دلچسپی، شوق اور لگن پیدا کرنا بھی انتقال علم کے آداب میں شامل ہے تاکہ معلم اپنی بات کو واضح انداز سے سمجھا سکے۔ یہی طریقہ اللہ تعالی نے مکہ کے مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے اپنایا جن کو ایمان لانے کے بعد تکالیف میں مبتلا کیا گیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

---

[25] Ibn Mājah, Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-Sunnah, Bāb: Ittibā‘ Sunnah Rasūl Allāh ﷺ, Ḥadīth: 11, p. 2

[26] Ibn Mājah, Abū ‘Abdullāh Muḥammad ibn Yazīd al-Qazwīnī, Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-Zuhd, Bāb: al-Thanā’ al-Ḥasan, Ḥadīth: 4231, p. 616

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾[27]

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے ور ان کو آزمایا نہ جائے گا حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔"

رسول اکرم ﷺ بھی بسا اوقات کسی علمی حقیقت کو متعلمین کے منہ سے نکلوانے یا ان کے ذہنوں کو اس حقیقت تک پہنچنے کے لیے اختیار کرتے تھے تاکہ ان کے دل اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے راغب اور دماغ اسے جاننے کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ طریقۂ تدریس آپ ﷺ کی احادیث سے ملتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں اور وہ مومن کے مانند ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: لوگوں کی توجہ صحرا کے درختوں کی طرف چلی گئی۔ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔"[28]

رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ حدیث میں لوگوں کے سامنے اس حقیقت کو سیدھے انداز میں بیان نہیں کیا کہ مسلمان کھجور کی مانند ہوتا ہے بلکہ آپ نے لوگوں کی پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارنا چاہا اور انہیں اپنے ارد گرد نگاہ دوڑانے پر متوجہ کیا۔

قصص:

علم کے انتقال کا ایک ذریعہ قصص بھی ہیں۔ قصوں اور کہانیوں کا انداز دل و دماغ میں تاثیر پیدا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں بھی پچھلی امتوں کے قصوں کا تذکرہ بارہا کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[29]

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی خبریں، کفر اور اہل ایمان کی کشمکش کے واقعات ایسے اسلوب میں بیان کیے ہیں جو دلوں میں ثبت ہو جاتے ہیں اور حیران ہونے والوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی مخصوص، اصولوں کی افہام و تفہیم اور ذہن نشین کرانے کے لیے قصوں اور کہانیوں کے بیان سے کام لیا ہے۔ آپ ﷺ نے نعمت کے باقی رہنے پر شکر اور نعمت کے زوال پذیر ہو جانے پر ناشکری کے لیے اندھے، کوڑی اور کانے کا قصہ بیان کیا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ

---

(27) Al-‘Ankabūt 29: 2, 3

(28) Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-‘Ilm, Bāb: Qawl al-Muḥaddith: Ḥadathanā wa Akhbaranā, wa Anbanā, Ḥadīth: 61, p. 14

(29) Al-A‘raf 7: 176

کیا چیز پسند ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور چمڑی بھی اچھی ہو گئی۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے ؟ اس نے کہا کہ اونٹ! یا اس نے گائے کہی۔ اسحاق بن عبد اللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے ؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال پسند کرو گے ؟ اس نے کہا کہ گائے! بیان کیا کہ فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے ؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے ؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین و فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ حقوق اور بہت سے ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے۔ تم ایک فقیر اور قلاش تھے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں ؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔[30]

---

[30] Al-Jami' al-Sahīḥ, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyā', Bāb: Ḥadīth Ibrāṣ wa A'ma wa Aqrā Fi Banī Isrā'īl, Ḥadīth: 3464, p. 583

حقیقی اشیاء کا استعمال:

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ حقیقی اشیاء کے استعمال سے انسانی دماغ تصورات سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں حضور ﷺ نے بھی تعلیم و تدریس میں اس اصول کو مد نظر رکھا ہے آپ ﷺ نے نیکیوں کے ذریعے گناہوں کے جھڑنے کی مثال بہت خوبصورت انداز میں پیش کی ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں :

"نبی اکرم ﷺ جاڑے کے موسم میں نکلے تو پت جھڑ ہو رہی تھی آپ ﷺ نے درخت کی دو شاخوں کو ہلایا تو ان سے پتے جھڑنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوذر! بندۂ مسلم جب خالص اللہ تعالی کی رضا کے ارادے سے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے۔"[31]

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ روزانہ پانچ دفعہ نہائے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہ سکتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی مثال پانچوں وقت کی نماز کی ہے اللہ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹاتا ہے۔"[32]

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بیان کیا:

"اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم لیا اور اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور سونا لیا اور اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا، اور پھر فرمایا: بلاشبہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔"[33]

اصول تدریج:

اسلام نے ہر میدان میں خصوصاً طریقۂ تدریس کے ضمن میں جن طریقوں کو اختیار کیا ہے اور جن کے اوپر سنت کی قولی و عملی شہادت موجود ہے ان میں سے ایک تدریج فی التعلیم ہے۔ تعلیم و تعلم کے سلسلے میں تدریج ایک فطری اور ضروری امر ہے۔ قرآن کا نزول تئیس سال کے عرصے میں تدریجاً ہوا۔ اسی طرح اسلامی احکامات کا نفاذ یک لخت نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالی نے تدریج و ترتیب کو پیش نظر رکھا۔ جیسا کہ شراب ایام جہالت میں عام بیماری تھی۔ اسے معاشرے سے دور کرنے کے لیے حکمتِ عملی اختیار کی گئی۔ شراب کی حرمت کو تدریجاً تین مراحل میں طے کیا گیا۔

---

[31]Muḥammad ibn ʻAbdullāh al-Khaṭīb al-ʻUmārī al-Ṭabrīzī, Mishkāt al-Maṣābiḥ, al-Maktab al-Islāmī, 1961, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb al-Ṣalāh, Ḥadīth: 576, j: 1, p. 182

[32] Muslim, Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Masājid, Bāb: Al-Mashī Ilā al-Ṣalāh Tamḥī bih al-Khaṭāyā wa Turfa‘ bih al-Darajāt, Ḥadīth: 1522, p. 270

[33] Abū Dāwūd, Sunan Abū Dāwūd, Kitāb al-Libās, Bāb: Fī al-Ḥarīr lil-Nisā’, Ḥadīth: 4057, p. 572

پہلا حکم اللہ تعالی نے قرآن پاک میں یوں فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾(34)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ پھٹکو۔“

مذکورہ آیت میں مومنین کو نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا۔ اس کے بعد زیر بحث آیت نازل ہوئی، اس میں شراب وجوئے کے نقصانات کی طرف اشارہ کیا گیا۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْـمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ﴾(35)

”لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیجئے ان دونوں کے اندر عظیم گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہے۔“

جب آہستہ آہستہ لوگ اس کے عادی ہو گئے اور ان کی شدت میں کمی آنا شروع ہوئی تو اللہ تعالی نے باقاعدہ طور پر اس کی حرمت کی آیات نازل کر دیں، فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾(36)

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب، جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔“

یہ تمام احکامات تدریجاً نازل ہوئے تا کہ لوگوں کے لیے امر کی اطاعت اور نہی سے اجتناب کرنا آسان ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو بھی انتقال علم کے لیے یہ اصول سکھایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے یوں نصیحت کی:

”تم ایک ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے۔ تم انہیں پہلے توحید اور رسالت کی دعوت دینا۔ جب وہ یہ بات مان لیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں تو پھر انہیں یہ بتانا کہ اللہ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ یہ بات تسلیم کر لیں تو پھر انہیں یہ بتانا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو مالداروں سے لی جائے گی اور غریبوں کی ضروریات پر خرچ کی جائے گی۔“(37)

---

(34) Al-Nisā’ 4: 43

(35) Al-Baqarah 2: 219

(36) Al-Mā'idah 5: 90

(37) Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Zakāt, Bāb: Akhdh al-Ṣadaqah Min al-Aghniyā' wa Tarad Fī al-Fuqara’ Ḥaythu Kānou, Ḥadīth: 1496, p. 243

تدریج میں یہ بات شامل ہے کہ تمام چیزوں کی تلقین یکبارگی نہیں کرنی چاہیے۔ درجات و مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ تدریج کے پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

"قرآن پاک میں پہلے پہل صرف دو سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ لوگ جب اسلام کے سائے میں آگئے تو حرام و حلال کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اگر پہلے ہی مرحلے میں وہ آیات نازل ہو جاتیں جن میں شراب اور زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے تو لوگ پکار اٹھتے ہم شراب اور زنا کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"(38)

عملی طور پر کام کرکے دکھانا:

طریقۂ تدریس میں بعض اوقات سامعین کو عملاً کام کرکے دکھایا جاتا ہے۔ قرآن و سنت میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

"جب نماز کی فرضیت نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو دو روز باقاعدہ نماز پڑھ کر دکھائی، پہلے روز اول وقت میں اور پھر فرمایا: اور وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔"(39)

صحابہ کرامؓ کو سکھانے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا: وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي "اس طرح نماز پڑھو، جس طرح کہ مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"(40)

"ایک مرتبہ آپ ﷺ نے منبر پر نماز ادا کی اور جب سجدہ کرنا ہوا تو الٹے قدم نیچے اتر کر سجدہ کیا اور پھر منبر پر لوٹ آئے اور نماز سے فراغت کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں نے صرف اس لیے ایسا کیا تاکہ تم لوگ میری اقتدا کرو اور میری نماز سیکھ لو۔"

جن چیزوں کی تعلیم و تفہیم کے لیے عملی طور پر کام کرکے دکھانا ضروری ہو وہاں عملی طور پر کام کرکے دکھانا چاہیے۔ گویا کہ علم کو منتقل کرنے کے آداب قرآن و سنت سے ہی ماخوذ ہیں۔ جیسے معلم بطور مثال طالب علم کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ باتیں عمدہ انداز میں ذہن نشین ہو سکیں۔

حاصل بحث:

اسلام میں طریقہ تدریس اور انتقال علم کے آداب کا تعین کیا گیا ہے۔ علم کی اہمیت اور تربیت کے پیش نظر تدریس اور انتقال علم کے آداب اسلام کا شعار ہیں، جو انسان میں خود آگاہی، خود احتسابی اور پختگی پیدا کرتا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں طریقہ

(38) Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Fadā'il, Bāb: Tā'līf al-Qur'ān, Ḥadīth: 4993, p: 895

(39) Al-Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb: Mā Jā'a Fī Mawāqīt al-Ṣalāh, Ḥadīth: 149, p. 42

(40) Al-Jami‘ al-Sahīḥ, Kitāb al-Adhān, Bāb: Adhān lil-Musāfirīn Idhā Kānou Jamā‘ah wa al-Maqāmah wa Kadhalik Bi‘Arafah, Ḥadīth: 631, p. 104

تدریس اور انتقال علم کے آداب کے پہلوؤں پر مباحث موجود ہیں۔ جدوجہد، صبر واستقامت، اخلاص اور مستقل مزاجی جیسے آداب کو علم کے انتقال کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ طریقہ گفتگو، عمدہ اسلوب اور انسانی قلوب واذہان میں تاثیر پیدا کرنے والا طریقۂ تدریس علوم کے انتقال کے وہ آداب ہیں جو مخاطب کے جذبات میں ہلچل مچاتے ہوئے فکر ونگاہ کو بدل ڈالتے ہیں اور عملی زندگی میں انقلاب پیدا کرتے ہیں۔